عدالت عظمیٰ رپورٹس 754-759
6 فروری 1961

ازعدالت الاعظمیٰ

میسرز جیتھانند اینڈ سنز
بنام
ریاست اتر پردیش

(جے۔ایل۔کاپپ اور جے۔سی۔شاہ، جسٹسز)

سپریم کورٹ میں اپیل _ ہائی کورٹ کی طرف سے فٹنس سٹرفیکیٹ _ حکم ریمانڈ، اگر اور جبکہ حتمی حکم _ قانون کا اہم سوال _ ہائی کورٹ کا اختیار _ آئین ہند، آرٹیکل 133 _ ضابطہ سول طریقہ کار، 1908 (V آف 1908)، دفعہ 109۔

فریقین کے مابین ایک معاہدے کے مطابق پتھر کی گٹھلی کی فراہمی سے متعلق تنازعہ فیصلے کے لئے ایک ثالث کو بھیجا گیا تھا جو معاہدے کے تحت مقرر کیا گیا تھا۔ ثالثی کے فیصلوں کو اپیل کنندگان نے چیلنج کیا تھا لیکن ٹرائل کورٹ نے کہا تھا کہ تنازعہ کو مناسب طریقے سے حوالہ دیا گیا تھا اور فیصلے جائز طور پر دیئے گئے تھے۔ ہائی کورٹ نے احکامات کو کالعدم قرار دے دیا، ٹرائل کورٹ نے تمام معاملات طے کرنے اور فریقین کو ثبوت پیش کرنے کا موقع دینے کے بعد کیس کو فیصلے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے بعد ہائی کورٹ نے آئین کے آرٹیکل 133(1)(سی) کے تحت اس عدالت کو فٹنس یا اپیل کا سٹرفیکیٹ دیا۔

کہا جاتا ہے کہ فریقین کے حقوق سے متعلق کسی بھی سوال کا فیصلہ کیے بغیر کسی کیس کو ریمانڈ پر بھیجنے کا حکم آئین کے آرٹیکل 133 کے معنی کے اندر فیصلہ، فرمان یا حتمی حکم نہیں ہے۔ ایک حکم حتمی ہوتا ہے اگر یہ سول کارروائی میں تنازعہ میں فریقوں کے حقوق سے متعلق حتمی فیصلے کے مترادف ہو۔

ضابطہ دیوانی طریقہ کار کی دفعہ 109 کے تحت جو اختیارات واضح طور پر آئین کے باب IV، حصہ V کے تابع بنائے گئے ہیں، اس دفعہ کے تحت اس عدالت کو صرف فیصلوں، فرمانوں اور حتمی احکامات کے خلاف اپیل کی جاتی ہے۔

وی ایم عبدالرحمٰن ودیگران بنام وی ڈی کے قاسم اینڈ سنز ودیگر (1933) ایل آر 60 آئی اے 76 کا حوالہ دیا گیا۔

چونکہ ہائی کورٹ کے ذریعہ جاری کردہ احکامات نے عوامی یا نجی اہمیت کا کوئی سوال نہیں اٹھایا اور یہاں تک کہ ہندوستانی ثالثی قانون کے پہلے شیڈول کے پیرا 3 کی تشریح کے سوال کو سول جج کے ذریعہ مقدمہ چلانے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا تھا، لہذا آئین کے آرٹیکل 133 کے تحت اس عدالت میں اپیل کرنے کے لئے فٹنس کا کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دیا جا سکتا تھا۔

دیوانی اپیل کا دائرہ اختیار : 1957ء کی دیوانی اپیل نمبر 421 تا 423۔

18 فروری 1955 کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیلیں، جو الہ آباد ہائی کورٹ (لکھنؤ بنچ) کے 1953 کے FAFO نمبرات 11 سے 13 تک لکھنؤ میں تھیں۔

اپیل کنندہ کی طرف سے جے بی دادا چن جی۔

جواب دہندہ کے لئے سی بی اگروالا اور سی پی لال۔

6 فروری 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس شاہ _ یہ تین اپیلیں اپیل کنندگان میسرس جیتھا نند اینڈ سنز نے الہ آباد ہائی کورٹ کی جانب

سے آئین کے آرٹیکل 133(1)(سی) کے تحت دیئے گئے فٹنس سٹیفکیٹ کے ساتھ دائر کی تھیں۔

درخواست گزاروں نے 20 مارچ 1947، 27 مئی 1947 اور 28 جون 1947 کو ضلع الہ آباد کے شنکر گڑھ میں پتھر کی گٹھلی کی فراہمی کے لئے متحدہ صوبوں کی حکومت (جسے اب ریاست اتر پردیش کہا جاتا ہے) کے ساتھ تین الگ الگ معاہدے کیے۔ معاہدے جو ایک جیسے شرائط میں تھے ان میں مندرجہ ذیل ثالثی کی شق شامل تھی۔

"اس معاہدے سے پیدا ہونے والے تمام تنازعات چاہے اس کے جاری رہنے کے دوران ہوں یا اس کی تجدید کے بعد ہوں یا اس کی کسی شق کی تعمیر یا معنی، وضاحت اور شرائط یا ان میں سے کسی ایک یا اس کے کسی حصے کے بارے میں یا اس سے پیدا ہونے والی کسی بھی چیز کے بارے میں ہو، جس کے فیصلے کے لئے اس سے پہلے کوئی واضح اہتمام نہیں کیا گیا ہے، اسے متعلقہ سرکل کے سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے حوالے کیا جائے گا اور اس کا فیصلہ تمام معاملات میں اور ہر وقت فریقین کے درمیان حتمی، پابند اور فیصلہ کن ہوگا۔

معاہدوں کے مطابق، اپیل کنندگان نے پتھر کی گٹھلی فراہم کی۔ اس کے بعد، معاہدوں کی شق (16) کے تحت کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے، صوبائی ڈویژن کے ایگزیکٹو انجینئر نے درخواست گزاروں اور ریاست اتر پردیش کے درمیان کچھ تنازعات، جو مبینہ طور پر معاہدوں کی کارکردگی سے پیدا ہوئے تھے، کو متعلقہ سرکل کے سپرنٹنڈنٹ انجینئر کی ثالثی کے حوالے کر دیا۔ سپرنٹنڈنٹ انجینئر نے درخواست گزاروں کو نوٹس میں طے شدہ وقت پر ان کے سامنے پیش ہونے کا حکم دیا۔ درخواست گزاروں نے 31 مئی 1951 کو اپنے خط کے ذریعے سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے دائرہ اختیار میں پیش ہونے سے انکار کر دیا اور انہیں مطلع کیا کہ اگر وہ مقدمات کو یکطرفہ طور پر سنتے ہیں اور ان کا فیصلہ کرتے ہیں تو "فیصلے ان پر پابند نہیں ہوں گے"۔ 7 فروری 1953ء کو سپرنٹنڈنٹ انجینئر نے تین معاہدوں کے تحت پیدا ہونے والے تنازعات کے سلسلے میں تین انعامات بنائے اور شائع کیے اور انہیں لکھنؤ کے سول جج کی عدالت میں دائر کیا۔ درخواست گزاروں نے یہ الزام لگاتے ہوئے فیصلے کو کالعدم قرار دینے کی درخواست دی تھی کہ معاہدے مکمل طور پر انجام دیے گئے تھے اور ریاست اتر پردیش کی جانب سے مبینہ طور پر معاہدوں سے پیدا ہونے والا تنازعہ معاہدوں کو مکمل طور پر انجام دینے کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا ہے اور ریاست ان مبینہ تنازعات کو ثالثی کے پاس نہیں بھیج سکتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی دلیل دی کہ یہ فیصلے قانون میں درست نہیں ہیں کیونکہ ثالثی معاہدوں پر ثالثی ایکٹ کی دفعہ 20 کے تحت کارروائی نہیں کی گئی تھی۔ لکھنؤ کے سول جج نے کہا کہ فریقین کے درمیان

تنازعات کو ریاست اتر پردیش نے مناسب طریقے سے سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے پاس بھیجا تھا اور یہ کہ ایوارڈ قانونی طور پر دیئے گئے تھے۔لکھنؤ کے سول جج کے حکم کے خلاف اپیل گزاروں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں تین اپیلوں کو ترجیح دی۔

ہائی کورٹ نے سول جج کے احکامات کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مقدمات کو ٹرائل جج کے حوالے کرتے ہوئے ہدایت دی کہ وہ اپیل کنندگان کو اجازت دیں اور اگر ضرورت ہو تو مدعا علیہ اپنی درخواستوں میں ترمیم کریں، اور دلائل سے پیدا ہونے والے تمام مسائل کو تشکیل دیں اور فریقین کو موقع دیں کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ثبوت پیش کریں اور اس طرح کے ثبوتوں پر کیس کا فیصلہ کریں۔ ہائی کورٹ کے خیال میں اپیل کنندگان کو فیصلے داخل کرنے کا کوئی مناسب نوٹس نہیں دیا گیا تھا اور یہ کہ وہ "عدالت میں کارروائی کے دوران عدالت اور ثالث دونوں کے ذریعہ اپنائے گئے طریقہ کار کے ذریعہ اپنے جواب میں شدید طور پر معذور تھے۔ درخواست گزاروں کی جانب سے دائر درخواستوں پر ہائی کورٹ نے آئین کے آرٹیکل 133 (1) (سی) کے تحت اس عدالت میں اپیل کرنے کی اجازت دیتے ہوئے تصدیق کی کہ یہ مقدمات اس عدالت میں اپیل کے قابل ہیں۔

مدعا علیہ کے وکیل نے استدعا کی کہ ہائی کورٹ آئین کے آرٹیکل 133 (1) (سی) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے میں نااہل ہے۔

ہائی کورٹ کی جانب سے جاری کردہ حکم واضح طور پر اس اختیار کا استعمال کرتے ہوئے جاری کیا گیا تھا کہ وہ ایسے احکامات جاری کرے جو عدالتی عمل کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے انصاف کے حصول کے لیے ضروری ہوں۔ آئین کے آرٹیکل 133 کے تحت ہائی کورٹ کی سول کارروائی میں کسی بھی فیصلے، فرمان یا حتمی حکم سے اس عدالت میں اپیل کی جاتی ہے اگر ہائی کورٹ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ:

(الف)......................................

(ب)...........   یا

(ج) "یہ مقدمہ سپریم کورٹ میں اپیل کے لیے موزوں ہے۔"

ہمارے خیال میں ضابطہ دیوانی کی دفعہ 151 کے تحت مقدمات کو ریمانڈ دینے کا حکم آئین کے آرٹیکل 133 کے معنی کے اندر کوئی فیصلہ، فرمان یا حتمی حکم نہیں ہے۔ اپنے حکم سے ہائی کورٹ نے تنازعہ کے فریقین کے حقوق سے متعلق کسی بھی سوال کا فیصلہ نہیں کیا۔ ہائی کورٹ نے صرف ان معاملوں کو دوبارہ سماعت کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ اپیل کنندگان کی طرف سے فیصلوں کو منسوخ کرنے کے لئے دائر درخواستوں کا کوئی مناسب ٹرائل نہیں ہوا۔ آرٹیکل 133 (1) (سی) کے معنی کے تحت مقدمات کو دوبارہ ٹرائل کے لئے بھیجنے کا ایسا حکم حتمی حکم نہیں ہے۔ ایک حکم حتمی ہوتا ہے اگر یہ سول کارروائی میں تنازعہ میں فریقوں کے حقوق سے متعلق حتمی فیصلے کے مترادف ہو۔ اگر حکم کے بعد بھی سول کارروائی کی سماعت باقی ہے اور فریقین کے درمیان تنازعہ میں حقوق کا تعین کرنا ہے تو یہ حکم آرٹیکل 133 کے معنی کے اندر حتمی حکم نہیں ہے۔ ہائی کورٹ نے فرض کیا کہ اس عدالت میں اپیل کرنے کے لئے فٹنس سٹیفکیٹ تحت ضابطہ دیوانی کی دفعہ 109 (1) (سی) کے تحت جاری کیا جا سکتا ہے، بھلے ہی حکم حتمی نہ ہو، اور اس نقطہ نظر کی حمایت میں، انہوں نے وی ایم عبدالرحمان بنام ڈی کے قاسم اینڈ سنز معاملے میں پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے فیصلے پر بھروسہ کیا۔ لیکن ضابطہ اخلاق کی دفعہ 109 کو اب واضح طور پر آئین کے باب IV، حصہ V کے تابع بنا دیا گیا ہے اور آرٹیکل 133 (1) (سی) جو اس باب میں آتا ہے، ہائی کورٹ کی طرف سے سٹیفکیٹ دینے کا اختیار صرف اسی صورت میں دیتا ہے جب حکم حتمی حکم ہو۔ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 109 اور آئین کے آرٹیکل 133 کے درمیان عدم مطابقت کو اب 1955 کے تحت ضابطہ دیوانی (ترمیمی) ایکٹ 66 کے ذریعہ دور کر دیا گیا ہے۔ لیکن ترمیمی ایکٹ سے پہلے ہی، دفعہ 109 (1) (سی) کے تحت اختیارات کو واضح طور پر آئین کے تابع کر دیا گیا تھا، اس عدالت میں صرف فیصلوں، فرمانوں اور حتمی احکامات کے خلاف اپیل کی جاتی تھی۔

ایک بار پھر، ہائی کورٹ کے ذریعہ جاری کردہ احکامات نے بڑے سرکاری یا نجی اہمیت کا کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ ہائی کورٹ کے خیال میں اپیل کنندگان کی جانب سے دائر کیے گئے فیصلوں کو کالعدم قرار دینے کی درخواستوں پر مناسب طریقے سے سماعت نہیں کی گئی اور اس لیے ان مقدمات کو ٹرائل کے لیے پہلی بار عدالت میں بھیجا جانا چاہیے۔ ہائی کورٹ نے فریقین کو اپنی درخواستوں میں ترمیم کرنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے سول جج کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ "پیدا ہونے والے تمام مسائل کو تشکیل دیں اور فریقین کو اپنی مرضی کے مطابق اس طرح کے ثبوت پیش کرنے کا موقع دیں۔ یہ تازہ التجاؤں اور ان تمام مسائل پر مقدمہ چلانے کا حکم

تھا جو التجاؤں پر پیدا ہو سکتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ہائی کورٹ کی جانب سے حکم کے دوران دیا جانے والا کوئی بھی فیصلہ اس مقدمے کی سماعت کے لیے لازمی نہیں ہوگا اور ان معاملوں کی سماعت سول جج کو نئے سرے سے کرنی ہوگی۔ہائی کورٹ کا خیال تھا کہ ہندوستانی ثالثی قانون کے پہلے شیڈول کے پیرا3 کی تشریح سے قانون کا ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔لیکن ہائی کورٹ کی ہدایت پر اس سوال کو بھی سول جج کے سامنے مقدمہ چلانے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا۔ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جس سوال پر دوبارہ سماعت کی ہدایت کی گئی ہے، اس پر تبصرے کو آئین کے آرٹیکل 133(1)(سی) کے تحت سٹیفکیٹ دینے کا جواز فراہم کرنے والے عوامی یا نجی قانون کا سوال کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔

ہم اس کے مطابق ہائی کورٹ کے ذریعہ دیئے گئے سٹیفکیٹ کو واپس کرتے ہیں اور ان اپیلوں کو اخراجات کے ساتھ خارج کرتے ہیں۔ایک سماعت کی فیس۔

اپیلیں خارج کردی گئیں۔

Sheikh Javiad Alam
2024.04.02 12:22
I attest to the accuracy and
integrity of this document